© rasailojaraid.com

شذرات

حکمائے اسلام اور صوفیائے کرام کی باتیں اکثر و بیشتر مفہوم اور مقصد کے لحاظ سے یکساں معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ تعبیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی طرح اصفیاء کی باہمی باتیں بھی منبع ایک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں۔ عارف رومی، کتاب مثنوی کی ابتدا میں انسانی روح کے سفر کو نئے کی تلمیح میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

بشنو از نئے چوں حکایت می کند واز جدائیہا شکایت می کند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

یعنی عارف رومی فرماتے ہیں کہ سفر کی بات کو نئے کی آواز سے سنیئے کہ کس طرح حکایت کر رہا ہے اور اپنے اصل وطن سے جدا ہونے کی شکایت کر رہا ہے کہ مجھے جب نیستان (نئے کی کھیت) سے لوگوں نے کاٹا تو میری آہ و بکاء سے مرد و عورت سب رو رہے ہیں۔

اس سفر کی ابتدا عنایت اولیٰ یا ارادہ الٰہی کے دریا سے شروع ہوئی اور عالم شہادت میں پہنچ کر کسب سعادت کی تلاش تھی اور پھر اسی راستہ سے واپس جانا ہوگا۔ جس سے آنے کے وقت یہ سفر شروع کیا تھا۔

عارف بھٹائی شاہ عبداللطیف بھی عارف رومی کی متابعت میں کچھ اضافے کے ساتھ وہی بات کہہ رہا ہے جو رومی نے کہی تھی :

وڍيل ٿيي وايون ڪري ۽ ڪُٺل ڪوڪاري

هُن پڻ پنهنجا ساريا ۽ هي هنجون هڏين لئه هاري

یعنی کٹی ہوئی (نئے) آہیں کر رہی ہے اور ذبح کی ہوئی (نفیری) پکار رہی ہے، نئے اپنے پیتوں کو یاد کر رہا ہے اور یہ نفیری (جو سینگ سے بنی ہے) اپنی ہڈیوں کے لئے دل سے آنسو بہا رہی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سلسلہ میں امام شاہ ولی اللہ صاحب نے تفصیل سے سفر کا آغاز، درمیانی منازل اور دوسری باتوں کا ذکر فرمایا ہے اور پھر واپسی کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے اور شیخ الرئیس ابو علی سینا کے ایک سوال کا جواب بھی دیتے گئے ہیں۔

شیخ ابو علی سینا کا ایک عربی منظوم رسالہ رُوح کے متعلق ہے جس میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب ارواح نے عالم شہادت میں شقاوت کے سوا کچھ نہیں کمایا تو ان کا کیا ہوگا؟

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادہ شاہ رفیع الدین نے شیخ الرئیس ابو علی سینا کے رسالہ کا جواب نظم میں دیا ہے جو نہایت مفصل اور قابل دید تحقیق ہے۔ ہم یہاں اس کو چھوڑ کر صرف حضرت شاہ صاحب کی تحقیق کی روشنی میں عالم شہادت سے واپسی کے سفر کا کچھ احوال پیش کر رہے ہیں کہ انسان کے اندر ایک رُوح حیوانی ہے جو انسانی اخلاط سے پیدا ہوتا ہے اس کو شاہ صاحب کی اصطلاح میں نسمہ کہا جاتا ہے، اس کا بدن سے جدا ہونے کا نام موت ہے اور انسان کی حس و حرکت اسی نسمہ سے وابستہ ہے یہ نسمہ بدن پر سوار رہتا ہے جب بدن پر امراض اور دوسری آفات آتی ہیں تو نسمہ اس سے جدا ہونے کی تیاری کرتا ہے اس سے قبل جو دونوں میں معیت رہی اور بدن نے جو سعادتیں حاصل کی تھیں، نسمہ ان کو جذب کرتا رہا، جب سب کو جذب کر لیا تو بدن کو چھوڑ دیا اور اب وہ نفس ناطقہ یا رُوح انسانی کے لئے سواری بن جاتا ہے اور یہ معیت ہزاروں سال تک رہتی ہے اور نفس ناطقہ اس معیت میں نسمہ کی جذب کی ہوئی سعادتوں کو جذب کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ کھوکھلا بن جاتا ہے تب نسمہ کو چھوڑ دیتا ہے اور حضرت شاہ صاحب کے فلسفہ کی رُو سے انسان میں ایک اور روح، روح الٰہی کے نام سے موجود ہے روح انسانی اس کے لئے سواری بن جاتا ہے اور یہ رُوح نفس انسانی کی سعادتوں کو جذب کرتا رہتا ہے، جب وہ خالی ہو جاتا ہے تو رُوح الٰہی، روح انسانی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں ایک نقطہ جو محبت ہے وہ رُوح الٰہی یا فیض الٰہی سے سعادتوں کو جذب کرتا ہے اسی طرح جب وہ جذب کر لیتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور خود عنایت اولیٰ کے دریا میں جا پہنچتا ہے جہاں سے نکلا تھا۔

بہر حال یہ اصفیا اور حکما اسلام کی یہ باتیں کچھ ایسی ہیں جس کو صحیح معنوں میں صاحب حال ہی سمجھ سکتا ہے اور حقیقت حال کو خالق خود ہی جانتا ہے۔ وہو العلیم۔

© rasailojaraid.com